وہم راوی در روایتِ حدیث اور فقہی مسائل پر اس کے اثرات: امام ابن عیینہ کی روایات کا اختصاصی مطالعہ

Erronenous Impression of a Reporter in narrating ḥadīth and its impact on jurisprudential matters: A special study of the Reports of Imām Ibn ʻUyaynah

محمد عمران شمس*

مرسل فرمان**

Abstract

Differences in legal issues are closely linked to the differences in isnād (chain of narrators) and mutūn (texts of the narration) of Aḥādith. There may be numerous causes of these differences, such as tafarrud (uniqueness) of a narrator; relating the meaning and sense of the narration (al-Riwayah bi al-Ma'nā), or Wahm (erroneous impression) of the narrator. These differences can be resolved when all the ṭuruq (routes) of the narration are gathered. Imām al-Shāfi'ī, Imām Ibn Qutaybah and Imām Ṭaḥāwī are amongst those scholars who have authored books in this field of Islamic sciences. Erroneous impression of the narrator is one of the important causes of difference in isnād and mutūn of Aḥādith, which is also the subject of this paper. This paper focuses on the erroneous impression of a trustworthy narrator Imām Sufyān b. 'Uyaynah through his narrations and tries to examine the narrations, in which he has disagreed with other trustworthy narrators due to his erroneous impression. Similarly, this paper also examines the nature of impact, which this disagreement has put on the jurisprudential issues.

Keywords: 'Ilm al-'Ilal, Erronenous Impression, Sufyān b. 'Uyaynah, jurisprudential issues.

علوم شرعیہ میں علم حدیث ایک نمایاں شان وامتیازی حیثیت رکھتا ہے، بلکہ متفقہ طور پر قرآن مجید کے بعد اعلیٰ وارفع مقام علم الحدیث کا ہی ہے یہی وجہ ہے کہ جہاں متقدمین علماء نے قرآن اور علوم قرآن وتفسیر میں اپنی زندگیاں صرف کیں وہیں انہوں نے حدیث نبوی سے متعلق مختلف علوم میں بھی اپنی صلاحیتیں استعمال کیں اور علم مصطلح الحدیث سے متعلق تمام اصول وقواعد میں مہارت پیدا کی تاکہ حدیث نبوی کی اسانید ومتون کو تمام فتنوں بالخصوص وضع حدیث کے فتنہ سے بچایا جاسکے اس ضمن میں انہوں نے رواۃ کے احوال اور جرح وتعدیل کے اصول وقواعد کو استعمال کرتے ہوئے جہاں اسانید کو ہر قسم کے بیرونی آزمائشوں سے محفوظ بنایا وہیں انہوں نے متون حدیث کو بھی اشکالات سے پاک کرنے کے لئے مختلف قواعد ترتیب دئے، اسی چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے محدثین کرام نے احادیث کے تمام طرق واسانید کو اکٹھا کیا اور ایک ہی روایت کی مختلف ومتعدد اسانید کو غور وفکر کے ساتھ پرکھنے کے بعد جہاں کہیں سند یا متن میں کسی قسم کا اختلاف نظر آیا تو اس پر علم العلل کے قواعد منطبق کرنے کے بعد راجح ترین روایت کو مقدم ٹھہرایا اور اسی پر بعد میں فقہی مسائل کا بناء ہوا، چونکہ ان تمام اختلافات کا حل چاہے وہ سند میں ہوں یا متن میں یا دونوں میں مشترک ہوں، علم علل الحدیث میں پایا جاتا ہے لہذا اس علم کو علم مصطلح الحدیث میں رفعت حاصل ہے اور اسی وجہ سے علم الحدیث

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ ودینیہ، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ ودینیہ، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

اور فقہ اسلامی میں مناسبت صاف نظر آتی ہے چونکہ ان تمام اختلافات کا مآل و مرجع فقہاء کے اختلافی مسائل و آراء پر منطبق ہوتا ہے لہذا روایات کی اسانید و متون میں اختلاف کا ہونا محل نظر نہیں بلکہ یہ ایک قسم کی امت مسلمہ کے لئے وسعت ہے کہ وہ متعدد فقہی مسائل میں فقہاء کی آراء کو اپنی اپنی انفرادی زندگی میں حالات وزمانہ کے مطابق عمل میں لاسکیں۔

راویوں کا یہ اختلاف یا تو سند میں کسی راوی کے حذف و اسقاط یا وصل وارسال یا اتصال و انقطاع میں ہوگا اور یا متون میں کسی لفظ کی زیادت و کمی سے ہوگا، اور یا راویوں کی ایک ثقہ جماعت ایک روایت بیان کر رہی ہوگی جبکہ اس کے مقابلے میں ایک دوسرا راوی وہی روایت تفرد کے ساتھ بیان کر رہا ہوگا اور کبھی سند میں کسی قسم کا اختلاف لائے گا یا متن میں تمام جماعت سے مخالفت کرتے ہوئے الگ قسم کی روایت ذکر کرے گا تو اگر چہ وہ خود ضابط و عادل ہوگا لیکن بوجہ مخالفت کے اسکی ذکر کردہ روایت قواعد و ضوابط کے منطبق کرنے کے بعد مرجوح قرار دی جائے گی، جیسا کہ امام مسلم نے اپنی کتاب میں اس پر مفصل کلام کیا ہے[1]۔

راوی کا باوجود ثقہ وضابط ہونے کے روایت میں دوسرے راویوں کی مخالفت کر جانا کوئی عیب کی بات نہیں بلکہ یہ ہر شخص کے اپنے اپنے حافظہ اور قوت ضبط کے مطابق ہوتا ہے جو اللہ جل شانہ کی طرف سے ودیعت ہوتا ہے، کبھی کوئی راوی مضبوط حافظہ والا ہوتا ہے تو کبھی زمان ومکان کے تغیر سے ان کی قوت ضبط میں بھی تغییر آتی جاتی ہے، کبھی کوئی راوی عمر رسیدہ ہونے کے باوجود حفظ وضبط کے اعلی مراتب پر ہوتا ہے تو کبھی کسی راوی کو روایات کے نقل کرنے میں وہم لاحق ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اسکی روایات میں ثقات کی جماعت سے مخالفت پائی جاتی ہے اور یہ وہم کا لاحق ہونا یا غلطی کا صدور کوئی انہونی اور اچھنبے کی بات نہیں بلکہ عین تقاضائے فطرت بشری ہے جیسا کہ امام ابن معین وترمذی کے اقوال اس پر دلالت کرتے ہیں[2]۔ لہذا اختلاف کے اسباب مختلف ہوسکتے ہیں اگر کہیں اختلاف وہم وخطا کی وجہ سے ہے تو کہیں اسکی وجہ راوی کا اختلاط ہوگا، کبھی ذہابِ بصر اسکی بنیادی وجہ ہوگی تو کبھی تدلیسِ راوی اسکا موجب ہوگا الغرض اختلاف راوی کے مختلف اسباب ہوسکتے ہیں جسکی وجہ سے انکی روایات میں اختلافات پائے جائیں گے، زیر نظر مقالہ میں ہم انہی اسباب اختلاف میں سے ایک بنیادی سبب جو کہ وہم ہے اس سے بحث کریں گے اور جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا کہ وہم جیسے ضعیف راوی کو لاحق ہو سکتا ہے اسی طرح ثقہ راوی سے بھی اسکا صدور ممکن ہے بلکہ علماء الجرح والتعدیل نے مختلف ثقات رواۃ کے اوہام کو الگ الگ جمع کیا ہے جیسے شعبہ بن الحجاج، شریک بن عبد اللہ النخعی اور امام مالک بن أنس وغیر ہم کی اغلاط و اوہام۔ تو اسباب اختلاف میں سے وہم کو ہم ایک ثقہ راوی "امام سفیان بن عیینہ" کی روایات پر منطبق کریں گے اور اس بات کی تحقیق کریں گے کہ امام ابن عیینہ نے کن کن روایت میں ثقات کی جماعت سے مخالفت کی ہے اور بعد از اختلاف اس بات سے بھی بحث کی جائے گی کہ ان کی مخالفت کا فقہی مسائل پر کیا اثر پڑتا ہے۔ یہ بات ذہن میں ہونی چاہئے کہ کسی بھی راوی چاہے وہ ضعیف ہو یا توثیق کے اعلی درجہ پر فائز، اس کی غلطیوں یا اوہام کا تتبع اسکی تنقیص نہیں ہے بلکہ یہ احادیث نبویہ کی خدمت ہے۔

اختلاف اسانید و متون کو فقہی مباحث سے گہری مناسبت ہے کیونکہ اس کے بغیر فقیہ کو حدیث کی صحت و ضعف کا پوری طرح ادراک ممکن نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اختلاف کی ممکنہ صورت میں قرائن و قواعد ترجیح کی معرفت و انطباق کے بغیر فقہی مسائل میں ترجیحات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اسی چیز کو مد نظر رکھتے ہوئے متقدمین علماء فرماتے ہیں کہ جس کسی کو اسانید و متون کے اختلافات کا علم نہیں ہے گویا کہ وہ عالم ہی نہیں ہے بلکہ اسنے تو فقہ کی بو ہی نہیں سونگھی[3]۔ اسی اہمیت کے پیش نظر ائمہ متقدمین نے اس فن میں مختلف کتابیں بھی تصنیف کیں جن میں امام شافعی، ابن قتیبہ اور امام طحاوی سر فہرست ہیں۔

کسی بھی راوی کی مخالفات پر مطلع ہونا کوئی سہل امر نہیں ہے بلکہ یہ انتہائی طور پر دقت طلب کام ہے جس کی توفیق صرف انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جنہیں اللہ نے اس علم کی گہرائی و گیرائی کے ساتھ سمجھ بوجھ عطا فرمائی ہو۔ اور متون و اسانید پر عمیق نظر ہو جبکہ مدار سند کے احوال اور ان روایت کرنے والے اصحاب کے احوال پر مکمل دسترس حاصل ہو، نیز ان کے حدیث کے اخذ کرنے اور پھر اسے نقل کرنے کے تمام طریقہ کار پر آگاہی ہو تو اس صورت میں وہ اس چیز پر قادر ہو گا کہ وہ احادیث کی اسانید و متون میں موجود اختلافات کا جائزہ لے سکے اور اسے سامنے لاسکے۔ ان تمام امور کو امام ابن حجر اور ابن رجب نے بہترین انداز میں واضح کیا ہے[4]۔ ان میں سے تین نکات کی معرفت انتہائی اہمیت رکھتے ہیں، 1۔ مدار سند اور 2۔ اسکے بعد کے راوی اور 3۔ اس باب میں وارد تمام طرق کا مختلف کتب حدیثیہ سے استقصاء کرنا[5]۔ جبکہ پہلا اور تیسرا نکتہ مزید اہمیت اختیار کر جاتا ہے جب ہم متقدمین کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان کی وضاحت میں کسی قسم کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے بلکہ امام علی ابن المدینی نے تو پہلے نکتہ کی اہمیت کے پیش نظر اپنی تمام تصنیف اسی پر مرکوز رکھی اور مکثرین حدیث میں سے وہ راوی جو مدار سند کی حیثیت رکھتے تھے ان کی معرفت میں مفصل کلام فرمایا[6]۔ جبکہ تیسرے نکتہ کے بارے میں خود امام ابن المدینی کا قول ہے کہ جب تک کسی روایت کے تمام طرق کا احاطہ نہ کر لیا جائے تو روایت میں وارد غلطیاں اور اوہام واضح نہیں ہو سکتے[7]۔

امام سفیان بن عیینہ جنکا پورا نام " سفيان بن عيينة بن أبي عمران " ہے[8]، احادیث نبویہ کے باب میں ایک امتیازی شان رکھتے ہیں جبکہ کئی عظیم المرتبت شیوخ کے شاگرد اور جلیل القدر ائمہ کے استاذ ہیں لیکن باوجود اس عظمت شان اور رفعت قدر کے، بعض اوقات ان سے احادیث کے متون و اسانید میں ایسے تفردات صادر ہوئے ہیں جو انکے معاصر ائمہ کی روایات سے مقارنہ کئے جائیں تو یہ تفردات بجا طور پر انکے اوہام و اغلاط پر دلالت کرتے ہیں۔ اور کئی دفعہ یہ اوہام بڑھ کر مسائل فقہیہ میں فقہاء کے مابین اختلافات کا بھی باعث بنتے ہیں۔ اس سلسلے کی پہلی روایت "حدیث وضوء" والی ہے جس میں امام ابن عیینہ صفت وضوء ذکر کرتے ہوئے مسح رأس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ دوبار مسح کیا جائے گا[9]۔ اور یہ انکا تفرد ہے کیونکہ باقی انکے معاصر علماء اس سلسلے میں یکسر مخالفت کرتے ہیں اور مسح رأس کا ایک ہی بار ذکر کرتے ہیں۔ جب ہم روایت کا تتبع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت عبد اللہ بن زید بن عاصم سے مروی ہے جبکہ مدار سند عمرو بن یحیی المازنی ہیں، اور امام ابن عیینہ کے علاوہ کئی اصحاب علم اسے روایت کرتے ہیں جن میں امام مالک[10]، عبد العزیز بن عبد اللہ بن أبی سلمہ[11]، خالد بن عبد اللہ[12]، عبد العزیز بن محمد[13]، وہیب[14]، اور سلیمان بن بلال[15] شامل ہیں۔ اور یہ تمام صاحبان علم اس بات پر متفق ہیں کہ روایت میں "مسح رأس" کا ذکر ایک ہی بار ذکر کیا گیا ہے، اور یہ اصحاب علم متفقہ طور پر توثیق و تعدیل کے اعلی مراتب پر فائز ہیں[16]، جبکہ مدار سند بھی قابل اعتماد راوی ہیں[17]۔ جبکہ یہی روایت جب سفیان بن عیینہ عمرو بن یحیی المازنی سے روایت کرتے ہیں تو اس میں مسح رأس کا ذکر کرتے ہوئے دو کا عدد ذکر فرماتے ہیں[18]، جو یقینی طور پر امام ابن عیینہ کا وہم ہی ہے کیونکہ عمرو بن یحیی کے باقی تمام شاگرد اسکے برعکس عدد کا ذکر نہیں کرتے، لہذا علم العلل کے اصول و قواعد کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جو الفاظ ثقات کی ایک جماعت روایت کر رہی ہے وہی راجح و قوی ہے، کیونکہ اس قسم کے تفرد کے نتیجے میں پیدا شدہ اختلاف کو ترجیح دینے کے لئے علماء متعدد ضوابط ذکر فرماتے ہیں، مثلاً یا تو ترجیح اس روایت کو ہو گی جس کے راوی مدار سند کے بعد حفظ و ضبط کے اعلی مرتبہ پر ہونگے یا اس روایت کو راجح رکھیں گے جن کے نقل کرنے والے تعداد میں زیادہ ہوں، اور یا مدار سند کے ان شاگردوں کو مقدم رکھا جائے گا جنکی مصاحبت مدار سند کے ساتھ طویل تر ہو گی[19]، یہاں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام سفیان بن عیینہ کی روایت مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے مرجوح ہے:

1. مسح رأس کو ایک بار ذکر کرنے والے راوی تعداد میں زیادہ ہیں اور وہ ثقات کی ایک پوری جماعت ہے جنکی مخالفت امام سفیان بن عیینہ فرمارہے ہیں۔ ایسی صورت میں کسی بھی قسم کا تفرد قواعد کی رو سے مرجوح ہی ٹھہرتا ہے جیسا کہ امام شافعی، نسائی اور دار قطنی کے قول سے مترشح ہوتا ہے[20]۔
2. امام سفیان بن عیینہ ایک روایت میں خود ہی ان ثقات کی تائید میں ان ہی کی متابعت کرتے ہیں جس میں وہ مسح رأس کو ایک بار ذکر کرتے ہیں[21]۔

لہذا اس روایت کا مکمل تتبع واستقصار کرنے کے بعد یہ صورت واضح ہوتی ہے کہ امام ابن عیینہ کی روایت مرجوح ہے اور مسح رأس صرف ایک ہی بار مشروع ہے جیسا کہ امام مالک اور ان کے اصحاب کی روایت سے واضح ہو رہا ہے، اور سر کے مسح میں تعداد کا ذکر امام ابن عیینہ کا وہم ہی شمار ہو گا، اور یہ بات عقلی طور سے بھی بدیہی ہے کہ اگر سر کے مسح میں عدد آجائے تو مسح کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ جبکہ ابن عیینہ کی روایت میں زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ راوی نے مسح کا طریقہ آگے سے پیچھے اور پھر پیچھے سے آگے کی طرف دیکھتے ہوئے ایسے نقل کیا کہ گویا کہ دوبار مسح ہو رہا ہے اور مسح کا یہ طریقہ امام بخاری ومسلم نے صریحاً اپنی صحیحین میں ذکر کیا ہے جس کے لئے امام بخاری یہ الفاظ نقل کرتے ہیں۔"ثم مسح رأسه بيديه، فأقبل بهما وأدبر، بدأ بمقدم رأسه حتى ذهب بهما إلى قفاه، ثم ردهما إلى المكان الذي بدأ منه"[22]، امام ابن عیینہ کو اس سے وہم لاحق ہوا اور وہ سمجھے کہ راوی نے مسح رأس کے ساتھ عدد کا ذکر کیا ہے لہذا انہوں نے بھی اسی طرح روایت نقل کر دی جبکہ جمع الراویات کے بعد حقیقت حال اسکے برعکس نکلی، اسی مخالفت راوی کی وجہ سے آگے چل کر فقہاء کے مابین سر کے مسح کے سلسلے میں فقہی اختلاف پیدا ہوا۔

اس سلسلے کی دوسری مثال حضرت أبو ہریرۃ کی "صلاۃ مسبوق" کے بارے میں روایت ہے جو کہ مسند إمام أحمد میں ان الفاظ سے مروی ہے:

> " إذا أتيتم الصلاة، فلا تأتوها وأنتم تسعون، وأتوها وعليكم السكينة، فما أدركتم، فصلوا، وما فاتكم، فاقضوا"[23].

یہ روایت ابن شہاب زہری عن سعید عن أبي ہریرۃ کے طریق سے مروی ہے جبکہ " فاقضوا " لفظ میں اختلاف ہے چونکہ امام ابن شہاب الزہری مدار سند ہیں لہذا ان کے اصحاب میں اس اختلاف کا منبع ڈھونڈنے کی سعی کرتے ہوئے ہمیں اس روایت کے تمام طرق کو یکجا کرنا ہو گا، اس سلسلے میں ہمارے سامنے سند حدیث کے جو مختلف طرق واضح ہو کر سامنے آتے ہیں ان میں امام سفیان بن عیینہ تمام رواۃ سے اختلاف کرتے ہوئے " فاقضوا " کا لفظ استعمال کرتے ہیں[24]، جبکہ امام ابن شہاب الزہری کے باقی شاگرد ابن عیینہ کی مخالفت کرتے ہوئے " فأتمّوا " کا لفظ روایت کرتے ہیں[25]، جب علم العلل کے قواعد کی رو سے دونوں روایات کا مقارنہ کرتے ہیں تو امام ابن عیینہ کی روایت مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے مرجوح ٹھہرتی ہے:

1. اختلاف روایات کی ایسی صورت میں علماء کا قاعدہ ہے کہ وہ تعدد رواۃ کو ترجیح دیتے ہیں جبکہ وہ ثقہ ہوں، جیسے کہ امام شافعی[26]، یحیی بن معین[27]، امام دار قطنی[28] اور امام بیہقی[29] سے منقول ہے۔ لہذا یہاں بھی ثقات کی ایک معتد بہ جماعت مذکورہ روایت ابن شہاب الزہری سے " فأتِمّوا " کے ساتھ روایت کرتی ہے، تو قواعد کی رو سے ترجیح اُنہی کی روایت کو دی جائیگی اور امام ابن عیینہ کے تفرد کو انکا وہم گردانا جائے گا۔

2. اس روایت کے نقل کرنے میں امام زہری کی متابعت " فأتِمّوا" کے لفظ کے ساتھ أبو قتادۃ بھی کرتے ہیں[30]، اسی طرح حضرت أبو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی متابعت میں أنس بن مالک بھی موجود ہیں۔[31]
3. امام سفیان بن عیینہ کے اس تفرد کو وہم شمار کرنے میں أئمہ کی ایک جماعت متفق ہے جن میں امام مسلم[32]، أبو داؤد[33] اور بیہقی سر فہرست ہیں۔

امام ابن عیینہ کا یہ تفرد تو وہم مانا گیا اور ائمہ کا اتفاق اس پر نقل کیا جا چکا لیکن بات یہاں تک نہیں ٹھہرتی بلکہ ان الفاظ " فأتِمّوا " اور " فاقضوا " پر متعدد مسائل بناء ہوتے ہیں جن میں فقہاء عظام کا اختلاف ہے اور جو مسبوق کی باقی ماندہ نماز سے متعلق ہیں جنکی طرف امام بغوی نے بھی اشارہ کیا ہے[34]، مسبوق اسے کہتے ہیں کہ جو امام کے ساتھ نماز میں شریک ہو اور اس سے نماز کا کچھ حصہ رہ گیا ہو[35]، تو باقی ماندہ نماز یہ شخص کیسے ادا کریگا اس سلسلے میں فقہاء کے اقوال مختلف ہیں:

1. مسبوق نے امام کے ساتھ نماز کا جتنا حصہ پایا وہ حکماً و فعلاً اسکی نماز کا ابتدائی حصہ شمار ہو گا اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد جو حصہ وہ مکمل کرے گا وہ حکماً و فعلاً آخری حصہ ہو گا، اور یہ قول امام شافعی[36]، امام أحمد[37] اور امام مالک[38] سے ایک روایت اسی طرح منقول ہے۔ اور ان کی دلیل أبو ہریرۃ کی مذکورہ روایت ہے جس میں " فأتِمّوا" کے الفاظ ذکر ہیں۔ کیونکہ اتمام صرف اسی صورت میں متصور ہو سکتا ہے جب اسکا کچھ حصہ پہلے گزر چکا ہو۔ اور اس صورت میں مسبوق باقی ماندہ نماز میں ایسا عمل کرے گا گویا اس نے نماز کا ابتدائی حصہ مکمل کر لیا ہے اور اب آخری حصہ ادا کرنا ہے۔
2. مسبوق نے امام کے ساتھ جتنا حصہ پڑھا وہ فعلاً اسکا ابتدائی حصہ شمار ہو گا جبکہ قولاً آخری حصہ ہو گا اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ باقی ماندہ نماز کی فعلاً قضاء کرے گا اور اس قول کی نسبت امام أبو حنیفہ کی جانب کی گئی ہے[39] جب کہ امام أحمد[40] اور امام مالک کے مشہور مذاہب بھی یہی ہیں۔[41] اور انکی دلیل أبو ہریرۃ کی وہ روایت ہے جس میں وہ ثقات کی مخالفت کرتے ہوئے " فاقضوا" کے الفاظ ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ قضاء کی صورت اسی وقت متصور ہوتی ہے جب کوئی ابتدائی حصہ چھوٹ گیا ہو تو اب باقی ماندہ نماز میں وہ ایسا عمل کرے گا گویا یہ اس کی نماز کا ابتدائی حصہ ہے۔

اسی اختلاف کی اساس پر پھر باقی اختلافی مسائل بناء ہوتے ہیں اور ان کی بنیاد صرف امام ابن عیینہ کا وہی وہم ہے جو انکو مذکورہ روایت کے نقل کرنے میں لاحق ہوا۔

اس سلسلے کی تیسری مثال عمر رضی اللہ عنہ کا وہ قول ہے جس میں انہوں نے لونڈی کی عدت کے بارے میں حکم صادر فرماتے ہوئے فرمایا کہ وہ دو حیض گزرنے تک انتظار کرے گی اور یہ دو حیض اس کی عدت ہونگے۔ اور اگر حیض نہ آتے ہوں تو ڈیڑھ ماہ عدت کے شمار ہونگے۔ امام شعبہ بن الحجاج جب یہ روایت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں تو حیض نہ ہونے کی صورت میں ڈیڑھ ماہ کی ہی عدت بیان کرتے ہیں[42]، جب کہ یہی روایت جب امام سفیان بن عیینہ روایت کرتے ہیں تو وہ ڈیڑھ ماہ کی جگہ دو ماہ کا عرصہ عدت کے لئے بتاتے ہیں[43]، اور امام سفیان بن عیینہ اس روایت میں وہم کا شکار ہوئے ہیں جبکہ انہوں نے ثقہ راوی امام شعبہ بن الحجاج کی مخالفت کرتے ہوئے لونڈی کے لئے دو ماہ کی عدت بیان کی ہے۔ اور اسی وہم کا اثر فقہاء کے مابین اختلاف کا باعث بھی بنتا ہے جب وہ عدت کے احکامات لاگو کرتے ہیں تو امام أبو حنیفہ امام شعبہ کی ثقاہت، امامت اور قدر و منزلت کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے لونڈی کی عدت ڈیڑھ ماہ مقرر کرتے ہیں[44]، اور انہی کی تائید امام شافعی بھی اپنے قول اظہر میں کرتے ہیں جبکہ ایک

روایت امام أحمد سے بھی اسی طرح منقول ہے[45]، لیکن دوسری جانب امام ابن عیینہ کی روایت کے الفاظ کو مد نظر رکھتے ہوئے بعض دوسرے فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ لونڈی کی عدت دو ماہ مقرر کی جائے گی اور ان میں امام أحمد بھی شامل ہیں جبکہ ایک روایت امام شافعی سے بھی اسی طرح منقول ہے۔[46] اور پھر باقی مسائل اسی کے اوپر بناء کئے جائیں گے۔ واللہ أعلم بالصواب

نتیجہ بحث: اصول حدیث کی اس اہم ترین مبحث "علم العلل" کے قواعد و ضوابط اور خصوصاً اختلاف روایات کی متعلقہ مباحث کے مطالعہ سے ہم ان نتائج پر پہنچتے ہیں کہ:

1. محدثین کرام نے احادیث کے مابین اختلافات کو، چاہے وہ سند کے اعتبار سے ہوں یا متن کے لحاظ سے، بہت اہمیت دی ہے۔ کیونکہ آگے چل کر یہی اختلافِ روایت فقہی مسائل میں اختلاف کا باعث بنتے ہیں۔
2. ایک ہی روایت کی سند و متن میں اختلاف اس وقت تک واضح نہیں ہو سکتا جب تک اس روایت کے تمام طرق و اسانید کو یکجا نہ کیا جائے اور کتب حدیثیہ کا مکمل استقصاء نہ کیا جائے۔
3. اختلاف کی ایسی صورت میں کسی بھی جانب کو ترجیح دینے کے لئے محدثین نے متعدد قواعد و اصول ترتیب دئے ہیں۔
4. اگر ضعیف راوی سے کسی روایت کے نقل کرنے میں غلطی ہو سکتی ہے تو ثقہ راوی بھی اس قسم کی اغلاط سے مبرا نہیں ہو سکتا، اور ان دونوں کی روایت میں غلطی پر مطلع ہونا کافی دقت طلب اور مشکل کام ہے جس پر ماہرین فن ہی عبور رکھتے ہیں۔
5. ضروری نہیں کہ ہر راوی کا تفرد کسی بھی روایت میں علت کا باعث ہو، بلکہ کبھی کبھار حدیث میں تفرد راوی کے وہم اور غلطی کی وجہ سی ہوتا ہے۔
6. متون و اسانید کے اختلافات کو فقہی مسائل سے کافی گہری مناسبت ہے، اسی کی بدولت فقہاء اپنے اپنے بیان کردہ مسائل کے لئے دلائل کی بنیاد رکھتے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات:

[1] القشیری: مسلم بن الحجاج: التمیز، تحقیق د۔ محمد مصطفیٰ الأعظمی، مطبوعات جامعہ ریاض، 124-126 .

[2] ابن رجب: زین الدین عبد الرحمن بن أحمد، شرح علل الترمذی، تحقیق دکتور ہمام عبد الرحیم سعید، مکتبہ المنار - الزرقاء - الأردن، ط: 1، 1407ھ ج1 ص94، أبو عیسی الترمذی، محمد بن عیسی بن سورۃ، العلل الصغیر، تحقیق: أحمد محمد شاکر، دار إحیاء التراث العربی - بیروت ج6 ص240۔

[3] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: الحاکم: أبو عبد اللہ محمد النیسابوری، معرفۃ علوم الحدیث، تحقیق سید معظم حسین، دار الکتب العلمیہ - بیروت ص60-

[4] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ابن حجر العسقلاني : أحمد بن علي، النكت عَلَى كتاب ابن الصَّلاَحِ، تحقيق ربيع بن هادي عمير المدخلي، عمادة البحث العلمي بالجامعة الإسلامية – المدينة المنورة، ط: 1، 1404ھ 711/2 . اور شرح علل الترمذي 861/2 .

[5] دیکھئے: شرح علل الترمذي 861/2 .

[6] المدینی: علی بن عبد اللہ بن جعفر، العلل، تحقیق دکتور محمد مصطفی أعظمی، المکتب الاسلامی - بیروت ط:2، 1980م، ص 36-39 . أبو عبد اللہ الشیبانی: أحمد بن محمد بن حنبل، العلل ومعرفۃ الرجال، تحقیق وصی اللہ بن محمد عباس، دار الخانی - ریاض، ط:2، 1422ھ۔ 1/382-383 ۔

[7] خطیب البغدادی: أبو بکر أحمد بن علی بن ثابت، الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع، تحقیق دکتور محمود الطحان، مکتبہ المعارف - ریاض، 212/2 .

[8] تفصیل کے لئے: المزی: یوسف بن عبد الرحمن، تھذیب الکمال فی أسماء الرجال، تحقیق بشار عواد معروف، مؤسسہ رسالہ - بیروت، ط:1، 1400ھ، (177/11)۔

[9] أبو عبد الله الشيباني، أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال ، مسند الإمام أحمد، تحقيق شعيب الأرنؤوط – عادل مرشد، وآخرون –

إشراف: د عبد الله بن عبد المحسن التركي ، مؤسسة الرسالة – ط: 1، 1421 هـ ج26ص 378.

[10] امام مالک کی روایت موطأ امام مالک میں حدیث نمبر 32، مسند أحمد میں 4/38 (16545) اور 4/39 (16552) اسی طرح 4/39 (16557) صحیح بخاری میں 1/58 (185)، صحیح مسلم میں 1/145 (479) سنن أبي داؤد میں حدیث نمبر (118) سنن ابن ماجہ میں حدیث نمبر 434، سنن ترمذی میں حدیث نمبر (32) سنن نسائی میں 1/71 اسی طرح 1/71، اور صحیح ابن خزیمہ میں حدیث نمبر 155 پر موجود ہے۔

[11] عبد العزیز بن عبد اللہ بن أبي سلمہ کی روایت مسند أحمد میں 4/40 (16570) اور صحیح بخاری میں 1/60 (197)، سنن أبي داؤد میں حدیث نمبر 100 اور سنن ابن ماجہ میں حدیث نمبر (471) پر موجود ہے۔

[12] خالد بن عبد اللہ کی روایت مسند أحمد میں 4/39 (16559) صحیح بخاری میں 1/59 (191) اور صحیح مسلم میں 1/145 (477) سنن أبي داؤد میں حدیث نمبر (119)، سنن ابن ماجہ مین حدیث نمبر 405 اور جامع ترمذی میں حدیث نمبر 28 پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

[13] دیکھئے سنن دارمی میں حدیث نمبر 694۔

[14] بخاری میں 1/58 (186) اسی طرح 1/60 (192) اسی طرح 1/59 (192) اور صحیح مسلم میں 1/145 (480) پر واقع ہے۔

[15] ملاحظہ ہو: صحیح بخاری 1/61 (199) اور صحیح مسلم 1/145 (478)۔

[16] انکے احوال ملاحظہ ہوں بالترتیب: ابن حجر، أحمد بن علي ، تقريب التهذيب، تحقيق: محمد عوامة، دار الرشيد – سوريا – ط: 1، 1406 هـ، ص: 516. تقريب التهذيب ص: 357، تقريب التهذيب ص: 189، تقريب التهذيب ص: 358. تقريب التهذيب ص: 586. تقريب التهذيب ص: 250

[17] ملاحظہ ہو: تقريب التهذيب (ص:428)۔

[18] روایت ملاحظہ ہو: سنن نسائی (1/ 72) حدیث نمبر 99۔ سنن دار قطنی 1/82- سنن بیہقی 1/63۔

[19] تفصیل کے لئے: شرح علل الترمذی (1/153). اور (1/425). اور اسی طرح (2/472-551)۔

[20] انکے اقوال بالترتیب: شرح علل الترمذی (1/425). اور السنن الکبری للنسائی (1/632)، اسی طرح الأحاديث التي خولف فيها مالك (43-44).

[21] سفیان بن عیینہ کی روایت مسند حمیدی میں حدیث نمبر (417)، سنن ترمذی میں حدیث نمبر (47) صحیح ابن خزیمہ میں حدیث نمبر (156) پر موجود ہے۔

[22] البخاري ، أبو عبد الله محمد بن إسماعيل ، صحيح البخاري دار السلام للنشر و التوزيع - الرياض، ط: 2، ج 1ص 48.

[23] مسند الإمام أحمد ج 12ص 192.

[24] روایت ملاحظہ ہو: سنن نسائی میں (2/ 114) حدیث نمبر 861 مسند حمیدی میں (2/ 176) حدیث نمبر 964 مسند أحمد میں (12/ 192) حدیث نمبر 7250 ۔ جبکہ ابن عیینہ کی متابعت تین مزید ثقہ راوی کرتے ہیں جن میں ابن أبي ذئب، معمر بن راشد اور ابن الهاد شامل ہیں، جنکی روایات بالترتیب: مسند أبي داؤد الطیالسی (4/ 57) حدیث نمبر 2412 اور مسند أحمد (13/ 97) حدیث نمبر 7664 اور شرح معاني الآثار (1/ 396) حدیث نمبر 2312 پر موجود ہیں۔

[25] روایت ملاحظہ ہو: صحیح بخاری (1/ 129) حدیث نمبر 636 اور (2/ 7) حدیث نمبر 908 – صحیح مسلم (1/ 420) حدیث نمبر 151 اور 602، سنن أبي داؤد (1/ 156) حدیث نمبر 572 سنن ترمذی (2/ 148) حدیث نمبر 327 سنن ابن ماجہ میں (1/ 255) حدیث نمبر 775، اور مسند أحمد میں (13/ 96) حدیث نمبر 7662 ۔

[26] أبو عبد اللہ الشافعی: محمد بن إدریس، اختلاف الحدیث، تحقیق محمد أحمد، دار الکتب العلمیہ - بیروت، ط1، 1406ھ، ص127 اسی طرح شرح علل الترمذی (1/425) .

[27] أبو زکریا: یحیی بن معین، تاریخ ابن معین –روایہ الدوری، تحقیق دکتور أحمد محمد نور سیف، مرکز البحث العلمی –مکہ مکرمہ، ط:1، 1399ھ، نمبر 2973 .

[28] أبو الحسن الدار قطنی: علی بن عمر بن أحمد، السنن، تحقیق شعیب الأرنؤوط، مؤسسہ رسالہ –بیروت، ط:1، 1424ھ، (3/44) .

[29] دیکھئے: أبو بکر البیہقی، أحمد بن حسین بن علی، القراءۃ خلف الإمام، تحقیق محمد سعید زغلول، دار الکتب العلمیہ-بیروت، ط: ذ، 1405ھ، ص 316 .

[30] مسند أحمد ج37ص 296.

[31] مسند أحمد ج 19ص 92.

[32] البيهقي ، أبو بكر أحمد بن الحسين ، السنن الكبرى ، مكتبة دار الفكر بدون الطبعة ج 3ص 210.

[33] أبو داود السجستاني ، سليمان بن الأشعث ، سنن أبي داود بإشراف فضيلة الشيخ صالح بن عبد العزيز ، دار السلام للنشر و التوزيع الرياض، ط: 1، 1420ھ ج1ص 156.

[34] البغوي ، أبو محمد الحسين بن مسعود، تحقيق: شعيب الأرنؤوط-محمد زهير الشاويش، المكتب الإسلامي – دمشق، بيروت، ط: 2، 1403ھ ج2ص320.

[35] ابن عابدين ، محمد أمين بن عمر بن عبد العزيز ، رد المحتار على الدر المختار ، دار الفكر-بيروت، ط: 2، 1412ھ 594/1 ، الموسوعة الفقهية الكويتية 122/8 .

[36] الماوردي،أبو الحسن علي بن محمد بن محمد ،الحاوي الكبير في فقه مذهب الإمام الشافعي وهو شرح مختصر المزني، تحقیق الشيخ علي محمد معوض – الشيخ عادل أحمد عبد الموجود،دار الكتب العلمية، بيروت ط:1،1419 ھ – 2/250 – 251، محيي السنة البغوي، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد،التهذيب في فقه الإمام الشافعي بتحقیق عادل أحمد عبد الموجود، علي محمد معوض،دار الكتب العلمية،ط:1، 1418 ھ – 2/168،أبو زكريا النووي،محيي الدين يحيى بن شرف ،روضة الطالبين وعمدة المفتين،تحقيق: زهير الشاويش،المكتب الإسلامي، بيروت،ط:3،1412ھ 1/341،أبو زكريا النووي،محيي الدين يحيى بن شرف ،المجموع شرح المهذب، دار الفكر 4/220 .

[37] ابن قدامة المقدسي : أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد بن محمد ، المغني، مكتبة القاهرة،1388ھ 2/266 .

[38] مالك بن أنس بن مالك بن عامر ، المدونة، دار الكتب العلمية، ط: 1، 1415ھ 1/97 .

[39] السرخسي ،محمد بن أحمد بن أبي سهل ،المبسوط،دار المعرفة — بيروت،1414ھ 1/35،الكاساني،أبو بكر بن مسعود بن أحمد، بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،دار الكتب العلمية،ط:2،1406ھ 1/168وحاشیۃ ابن عابدین 1/368 .

[40] ابن تيمية الحراني، عبد السلام بن عبد الله بن الخضر بن محمد، المحرر في الفقه على مذهب الإمام أحمد بن حنبل، مكتبة المعارف-الرياض، ط: 2، 1404ھ 96/1 — 97 ، وابن قدامة المقدسي ، موفق الدين أبو محمد عبد الله بن أحمد بن محمد ، المقنع في فقه الإمام أحمد بن حنبل ، تحقيق محمود الأرناؤوط، ياسين محمود الخطيب، مكتبة السوادي للتوزيع، جدة ط: 1، 1421 ھ ص 36 .

[41] ضياء الدين الجندي ، خليل بن إسحاق بن موسى ، مختصر العلامة خليل، تحقيق أحمد جاد، دار الحديث- القاهرة، ط: 1 1426ھ،ص 42 ، شهاب الدين النفراوي، أحمد بن غانم، الفواكه الدواني على رسالة ابن أبي زيد القيرواني، دار الفكر، 1415ھ 207/1 .

[42] امام شعبہ کی روایت ملاحظہ ہو: سنن بیہقی (7/ 699) حدیث نمبر 15452 اور شرح مشکل الآثار (7/ 462).

[43] امام سفیان کی روایت ملاحظہ ہو: مصنف عبد الرزاق (7/ 221) حدیث نمبر 12872 ، سنن سعید بن منصور (1/ 344) حدیث نمبر 1277 اور بیہقی کی معرفۃ السنن والآثار (11/ 91) حدیث نمبر 14875 اسی طرح (11/ 200) حدیث نمبر 15264 ۔

[44] ابن الھمام: کمال الدین محمد بن عبد الواحد، فتح القدیر، دار الفکر (4/ 311)۔

[45] المغنی لابن قدامہ (8/ 106)۔

[46] المغنی لابن قدامہ (8/ 106)۔